ایثار و ہمدردی
کے فضائل
مُفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مُفتی محمد فیض احمد اُویسی
www.faizahmedowaisi.com

www.FaizAhmedOwaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

ایثار اور ہمدردی

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نور اللہ مرقدہٗ

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم ہمیں مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کو صحیح کرلیا جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

دنیا میں ایثار و ہمدردی کی مثال ماں سے دی جا سکتی ہے کہ بچے کی تربیت و پرورش میں وہ سب کچھ کر گذرتی ہے جو امکانِ بشری ہے یہاں تک کہ سردیوں کی راتوں میں خود سردی کی لپیٹ میں ہوتی ہے لیکن بچے کے لئے معمولی پریشانی بھی برداشت نہیں کرتی۔ فقیر کو ایثار و ہمدردی کا عملی طور پر اس وقت احساس ہوا جب منٰی شریف کی سخت دھوپ میں آسمان کے سایہ تلے بیٹھے تھے، پیاس سے براحال ہو رہا تھا، کسی صاحبِ دل نے مشروب پیش کیا۔

پیاس کی شدت سے آنکھیں بند کر کے پی رہا تھا کہ میرے پاس میرا حقیقی بڑا بھائی الحاج جام الٰہی بخش صاحب بیٹھا تھا وہ مجھ سے پیاس میں زیادہ جان بلب تھا۔ فقیر نے فوراً ہی اپنی پیاس کا زور توڑ کر بھائی صاحب کو مشروب دے دیا اس سے مجھے روحانی خوشی ہوئی اور اسی جذبہ پر رسالہ ''ایثار و ہمدردی'' لکھا کہ شاید کسی اسلامی بھائی کو اس پاکیزہ فعل پر عمل کی توفیق ہو۔ ورنہ دورِ حاضرہ میں حال زبوں ہے کہ باپ مر رہا ہے تو بیٹا تماشہ دیکھ رہا ہے بھائی کو بھائی کی جان و مال کا احساس نہیں۔ نفسی نفسی کا سماں ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ فقیر کی مساعی قبول فرما کر میرے لئے اور ناشرین کے لئے مشعلِ راہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

بِجَاهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن

قرآن مجید: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایثار و ہمدردی والوں کی بہت بڑی تعریف فرمائی ہے۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، ایت ۹)

ترجمہ: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

شانِ نزول: حدیث شریف میں ہے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا۔ حضور ﷺ نے ازواجِ مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تب حضور ﷺ نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ جا کر بی بی سے دریافت کیا کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ حضرت ابوطلحہ نے فرمایا بچوں کو بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کھانا کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اٹھو اور چراغ کو بجھا دو تا کہ وہ اچھی طرح کھا لے یہ اس لیے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہے کیونکہ اس کو یہ معلوم ہو گا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے

بھوکا رہ جائے گا اس طرح مہمان کو کھلایا اور خود اُن صاحبوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے۔

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ: یہ وہی حضرت ابوطلحہ ہیں جنہوں نے جب "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ"[1] آیت اُتری تو آپ حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ مجھے اپنا باغ بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے آپ کے باغات بھی تھے لیکن یہی باغ زیادہ مرغوب تھا۔عرض کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اس لئے وہ اللہ عزوجل کے راستہ میں دیتا ہوں۔آپ ﷺ جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ فرمادیں۔

حضور ﷺ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا۔اور فرمایا کہ بہت ہی عمدہ مال ہے۔ یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہل قرابت میں تقسیم کردو۔ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔(دُرمنثور للسیوطی)

فائدہ: بیرحاء مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کے بالمقابل تھا (لیکن آج کل توسیع کی وجہ سے مسجد نبوی میں)۔روح البیان میں ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ بہتر مال اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں خرچ کرنا افضل ہے۔

درسِ ایثار از سرکار رحمت مدار ﷺ: حضور اقدس ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں شہید ہوگئے اور بے درد کافروں نے آپ رضی اللہ عنہ کے کان ناک وغیرہ اعضا کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔لڑائی کے ختم پر حضور اکرم ﷺ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز وتکفین کا انتظام فرمارہے تھے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور ﷺ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا۔ان کے صاحبزادہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو۔انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے دیکھنے کو منع فرمادیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ

---

[1] لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (پارہ۴،سورۃ آل عمران،آیت۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ نہ کرو،اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

دیئے گئے۔ اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر اس کلام کو ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی۔ آ کر دیکھا، انا للّٰہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار اور دعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو، عورت کو روکو، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا مجھے مارا اور کہا پیچھے ہٹ، میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہوگئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کے لئے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیل رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ حضرت حمزہ کا تھا ۔ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا اور دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لگا دیا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا اور چھوٹا کپڑا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا جو ان کے قدم سے بھی کم تھا اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت صفیہ رضی عنہا جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش پر پہنچیں تو ان کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہ کا کفن چھوٹا تھا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللّٰہ عنہ کا ایثار: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف لشکر کشی کا مصمم (پختہ) ارادہ فرمالیا تو صحابہ کرام کو قبائل کی طرف لشکر جمع کرنے کے لئے بھیجا اور ہر اس شخص کو جو جس قبیلہ کی طرف تھا اسے اسی قبیلہ کی طرف لشکر اور ساز وسامان جمع کرنے کے لئے بھیجا۔ اور صحابہ وسپاہ کی تیاری اور فقراء ومساکین پر تصدق وانفاق اور راہِ خدا میں اعانت و جہاد کی ترغیب وتحریض فرمائی۔ ہر شخص نے اپنی ہمت وطاقت اور حوصلہ وامکان کی حد تک لشکر کی تیاری میں امداد کی اور مال ومتاع خرچ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال

واسباب اٹھا کر لے آئے اور جو کچھ تھا راہِ خدا میں صرف کر دیا اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال جتنا بھی ان کی ملکیت میں تھا جدا کر کے لے آئے ۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تبوک کی تیاری کا شوق دلایا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج تو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا آج تو میرے پاس بہت مال ہے جس میں سے آدھے مال کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ''اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟'' میں نے عرض کیا ''اتنی مقدار میں ان کے لئے چھوڑ دیا ہے'' اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور جتنا کچھ مال ان کے پاس تھا سب لے آئے ۔ان سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''اپنے اہل وعیال کے لئے کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے؟'' انہوں نے کہا أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ [1] یعنی'' میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔'' اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا بَيْنَكُمَا كَمَا بَيْنَ كَلِمَتَيْكُمَا [1] یعنی ''تمہارے درمیان میرا فرق مراتب تفاوت اتنا ہی ہے جتنا تمہاری ان دو باتوں کے درمیان'' پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا ''میں آپ سے کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتا۔''

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب و الفضائل، رقم الحدیث ۶۰۳۰، جلد ۹، صفحہ ۳۸۸۸، دارالفکر)

حضرت عمر فاروق رضی اللّٰہ عنہ کا ایثار: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو چوکیداری کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا۔دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا بنا ہوا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں دیکھا تھا اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے۔سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں۔امیر المومنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں ۔دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ میں سے آواز کیسی آرہی ہے۔اِن صاحب نے کہا جاؤ میاں اپنا کام کرو۔آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتادو کچھ تکلیف کی آواز ہے۔ان صاحب نے کہا کہ ولادت کا وقت قریب ہے، دردزہ ہورہا ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے انہوں نے کہا کوئی نہیں ،آپ وہاں سے اٹھے اور مکان تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لئے آئی ہے۔انہوں نے پوچھا کیا ہے۔آپ نے فرمایا ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے

اس کو دردزہ ہورہا ہے۔انہوں نے ارشادفرمایا کہ ہاں ہاں تمہاری صلاح (رضا مندی) ہوتو میں تیار ہوں۔اور کیوں نہ تیارہوتیں کہ یہ بھی آخرحضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہی صاحبزادی تھیں۔حضرت عمررضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ولادت کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو،تیل،گودڑ وغیرہ لےلواورایک ہانڈی اور کچھ گھی اوردانے وغیرہ بھی ساتھ لےلو۔وہ لےکرچلیں۔حضرت عمررضی اللہ عنہ خود پیچھے پیچھے ہولئے۔وہاں پہنچ کراُم کلثوم رضی اللہ عنہاتو خیمہ میں چلی گئیں اورآپ نے آگ جلاکراس ہانڈی میں دانے ابالےگھی ڈالا اتنے میں ولادت سے فراغت ہوگئی۔اندر سے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے آواز دےکرعرض کیا۔امیرالمومنین اپنے دوست کولڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے ۔امیرالمومنین کالفظ جب ان صاحب کےکان میں پڑاتو وہ بڑےگھبرائے۔آپ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں۔وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھدی کہ اس عورت کوبھی کچھ کھلادیں۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اس کوکھلایا۔اس کے بعد ہانڈی باہردیدی۔حضرت عمررضی اللہ عنہ نے بدو سے کہا کہ لوتم بھی کھاؤ۔رات بھرتمہاری جاگنے میں گذرگئی۔اس کے بعداہلیہ کوساتھ لےکرگھرتشریف لےآئے اوران صاحب سےفرمادیا کہ کل آناتمہارے لئے انتظام کردیا جائے گا۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: ہمارے دورکے وزیراعظم تو درکنارایک معمولی ممبر بھی ایسانہیں نظرآتا جو کسی اجنبی مسافرتوبڑی بات ہے اپنے ہمسایہ غریب یااپنا کوئی عزیز ہواس کے لئے ایسی ہمدردی اور ایثارکرکےدکھلائے۔

امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کی شخصیت اپنے مقام ومرتبہ پرسبحان اللہ۔یہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وسیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی جگر گوشہ ہیں کہ ایک معمولی اجنبی مسافر کے لئے جنگل میں نہ صرف اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے رہی ہیں بلکہ دردزہ کی دردکی ماری کے لئے اتنے آرام وسکون کے اسباب کہ کھانا پکا کرساتھ لائی ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کاایثار: غزوۂ تبوک کےموقعہ پرآپ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کی یہ دوسواونٹ جن پر پالان،پوشش اور چادروغیرہ پڑے ہوئے ہیں ہرطرح مکمل ہیں مع دوسواوقیہ چاندی،پیش خدمت ہیں۔ان سے لشکر کی ضروریات مکمل فرمائیے۔ایک روایت میں ہے کہ تین سواونٹ چہار بستہ مکمل اورایک مثقال سونالائے اورحضوراکرمﷺ کے آگےڈال دیا۔حضوراکرمﷺ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ارْضَ عَنْ عُثْمَانَ فَإِنِّی عَنْهُ رَاضٍ (تخريج الظلال، الجزء ١، الصفحة ٤٩٠)

(البداية والنهاية،سنة ثمان من الهجرة النبوية،غزوة تبوك،الجزء٧،الصفحة١٤٨،دارعالم الكتب)

یعنی اے خداعثمان سے راضی ہو بلاشبہ میں تو ان سے راضی ہوگیا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں تیس ہزار کالشکرِ اسلام تھا اس میں سے دوتہائی لشکر کا سامان حضرت عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ نے فراہم کیا تھا اور مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ [1] ﴿یعنی جو جیش عسرت کی تیاری میں سامان فراہم کرے اس کے لئے جنت ہے۔﴾ کی بشارت سے مشرف ہوئے ۔ نیز مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے خدا قیامت کے دن عثمان سے حساب اٹھا دے۔'' مواھب لدنیہ میں قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جیش عسرت میں ہزار اونٹ اور سات سو گھوڑے سواری کے دیئے اور عبدالرحمٰن بن سمرہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لائے جس وقت کہ جیش عسرت کی تیاری کی جارہی تھی انہوں نے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں الٹ دیئے ۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو غور سے ملاحظہ فرما رہے تھے اور فرمایا ''عثمان آج کے بعد جو کرے انہیں نقصان نہ کرے گا''۔

[1] (صحیح البخاری، کتاب الوصایا،الباب اذا وقف ارضا او بئرا و اشترط لنفسه مثل دلاء المسلمین ، الجزء ١٠، الصفحة ١٦٤،حدیث٢٧٧٨)

ایک روایت میں آیا ہے: غَفَرَ اللَّهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ مَا أَسْرَرْتَ وَمَا أَعْلَنْتَ

(جامع الاحادیث،کتاب حرف الحاء،الباب مسند حذیفة بن الیمان، الجزء ٣٤، الصفحة٢٨٢)

(البدایه و النهایة،ثم دخلت سنة خمس و ثلاثین،الأحادیث الواردة فی فضائل عثمان بن عفان، الجزء١٠،صفحه٣٨٢،دارعالم الکتب)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اے عثمان تمہیں بخش دیا وہ سب جو ظاہر تم سے ہوا اور جو چھپا کر تم سے ہو۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توجہ اور التفات سے ملاحظہ فرمانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر عیاں کرنے کے لئے تھا کہ جو کچھ وہ لائے بہت لائے تاکہ وہ اس قبولیت سے خوشی و مسرت محسوس کریں۔ ایک روایت میں ہے کہ دس ہزار دینار لائے ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''اس کے بعد جو کچھ کریں کچھ نقصان نہ دے گا''۔ اس میں عفو و درگزر کی بشارت ہے کہ جو بھی گناہ و غلطی کی قسم میں سے صادر ہو وہ سب معاف ہے ۔ یہ مضمون اس ارشاد کے موافق ہے جو اہل بدر کے لئے فرمایا: أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد،الباب الجاسوس ، الجزء ١١، الصفحة ٤١،حدیث٣٠٠٧)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اہل بدر کو خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو بھی عمل تم سے (از قسم تقصیر صادر ہوں) میں نے تمہیں معاف فرمادیا ہے۔''

ایثار اھل بیت رضی اللہ عنھم: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ یہ آیت حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ کے حق میں نازل ہوئی ۔ حسنین کریمین رضی اللہ

عنہما بیمار ہوئے ان حضرات کوحضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر منت مانو تو صاحبزادے شفایاب ہوجائیں گے۔ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی اللہ تعالیٰ کے تقرب اوراس کی رضا جوئی اور صاحبزادوں کی صحت وشکر میں۔اللہ تعالیٰ نے شہزادگان کو صحت دی۔نذر کی وفا کا وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے۔حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ ایک یہودی شمعون خیبری سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) **جَو** لائے۔(صاع چار مد کا ہے ہر مد رطل اور تہائی رطل کا ہے۔حضرت داؤدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس کا معیار مرد کے چار چلّوں سے مختلف نہیں لیکن مرد نہ تو بڑی ہتھیلی والا ہو نہ چھوٹی کا،درمیانہ ہو اس لئے کہ ہر جگہ نبی پاک ﷺ کا صاع نہیں ملتا۔) بہرحال خاتون جنت نے ایک صاع ایک دن پکایا جب افطار کا وقت آیا اورروٹیاں سامنے رکھیں تو ایک سائل آیا عرض کی اے محمد ﷺ کے گھرانے والو! میں ایک مسکین مسلمان بھوکا ہوں مجھے طعام کھلاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دسترخوان عطا فرمائے۔چونکہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پانچ ٹکڑے ہر ایک کے لئے علیحدہ پکا کر ہر ایک کے آگے رکھا تھا اسی لئے سب نے اپنا اپنا حصّہ اٹھا کر مسکین کو دے دیا۔مروی ہے کہ جب مسکین کی آواز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان مبارک میں گونجی تو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

فَاطِمَ ذَاتَ الْفَضْلِ وَالْيَقِينْ يَا بِنْتَ خَيْرِ النَّاسِ أَجْمَعِينْ
أَمَا تَرَيْنَ الْبَائِسَ الْمِسْكِينْ قَدْ قَامَ بِالْبَابِ لَهُ حَنِينْ
يَشْكُو إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَكِينْ يَشْكُو إِلَيْنَا جَائِعٌ حَزِينْ

(تفسیر قرطبی،سورۃ الإنسان،قولہ تعالی یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیر ا ،جلد۱۹، صفحہ۱۱٦،دارالفکر)

یعنی اے فاطمہ بزرگی اور یقین والی۔اے تمام لوگوں سے بہتر شخصیت (ﷺ) کی صاحبزادی۔کیا کمزور مسکین کو نہیں دیکھ رہی ہو جو ہمارے دروازے پر کھڑا زاریاں کررہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ہاں شکایت اور عاجزی کررہا ہے۔جو غمگین ہو کرہمیں بھوک کا شکوہ سنارہا ہے۔

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا:

أَمْرُكَ عِنْدِي يَا ابْنَ عَمٍّ طَاعَةْ مَا بِي مِنْ لُؤْمٍ وَلَا وَضَاعَةْ
غَذَيْتُ فِي الْخُبْزِ لَهُ صِنَاعَةْ أُطْعِمُهُ وَلَا أُبَالِي السَّاعَةْ
وَأَدْخُلَ الْجَنَّةَ لِي شَفَاعَةْ

(تفسیر قرطبی،سورۃ الإنسان،قولہ تعالی یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا، جلد۱۹، صفحہ۱۱۷،دارالفکر)

یعنی تیرا حکم اے چچا زاد سر آنکھوں پر مجھے اس سے نہ ملامت ہے نہ زاری۔ جب تم بھوکے کا پیٹ بھرو گے تو میں حق کی امید رکھتی ہوں ایسے اخبار میں ہے اور سب کا اتفاق ہے۔اور بہشت میں داخل ہوگی اور مجھے شفاعت (ابّا، صلی اللہ علیہ وسلم کی) نصیب ہوگی۔

تمام طعام اٹھا کر مسکین کو دے دیا اور خود بھوک پر صبر کیا اور رات بسر کی اور صرف پانی پر گذارہ کیا اور دن کو پھر بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا صاع پیس کر پکایا اور افطار کے وقت تمام جمع ہوئے طعام سامنے تھا ابھی افطار کرنے والے ہی تھے کہ باہر سے کسی نے آواز دی کہ السلام علیکم اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے والو! میں مہاجرین کا ایک یتیم ہوں میرا باپ یوم العقبہ میں شہید ہوا۔ براہِ کرم مجھے طعام کھلاؤ اللہ تمہیں جنت کے دسترخوان عطا فرمائے۔حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے جب یتیم کی آواز سنی تو حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

أُطْعِمُهُ الْيَوْمَ وَلَا أُبَالِيْ وَأُوثِرُ اللَّهَ عَلَى عِيَالِيْ

أَمْسَوْا جِيَاعًا وَهُمْ أَشْبَالِيْ أَصْغَرُهُمْ يُقْتَلُ فِي الْقِتَالِ

(تفسیر قرطبی،سورۃ الإنسان،قوله تعالى يوفون بالنذر ويخافون يوما كان شره مستطيرا، جلد۱۹، صفحه۱۱۷،دارالفکر)

یعنی میں اپنا طعام یتیم کو دیتا ہوں اور اس کی مجھے پرواہ نہیں اور میں اپنے بچوں پر یتیم کو ترجیح دیتا ہوں اور وہ بھوکے رہیں لیکن طعام اس بچے کو دوں گا جس کا باپ جنگ میں شہید ہوا۔

چنانچہ تمام صاحبان نے جو تمام طعام آگے رکھا تھا یتیم کو دے دیا اور خود بھوکے سو گئے۔ تیسرے روز حسبِ سابق بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک صاع جو کا آٹا پیس کر پکایا۔شام کو افطار کے لئے تمام اکھٹے ہوئے، طعام سامنے رکھا ابھی افطار کرنے والے ہی تھے تو باہر سے آواز آئی السلام علیکم اے اہل بیت نبوت! میں قیدی ہوں مجھے طعام کھلاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دسترخوان سے کھلائے۔سب نے اپنا طعام اٹھا کر قیدی کو دے دیا۔

بھوک سے نڈھال کنبہ: چوتھے روز شہزادے حسنین رضی اللہ عنہما ہاتھ میں ہاتھ ملا کر بارگاہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ شہزادے بھوک سے چوزہ کی طرح ہیں اور کانپ رہے ہیں۔شہزادے یہ کیا ہے؟ شہزادوں نے ماجرا سنایا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ محراب میں بیٹھی ہیں لیکن بھوک کی وجہ سے پیٹ پیٹھ سے لگ چکا ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں۔آپ کو یہ معاملہ ناگوار گذرا تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو اہل بیت کے بارہ میں

خوشگوار فرمائے لیجئے یہ سورۃ ہل اتی (دھر) اور یہ انہیں پڑھ کر سنایئے۔

تردید شیعہ: ۱) اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابرار صرف اہل بیت ہیں اور کوئی نہیں۔ کیونکہ قاعدہ تفسیر مُسلّم جانبین ہے کہ آیت خصوص عموم کے منافی نہیں ہوتی فالہٰذا امور دخاص ہے تو حکم عام ہے یعنی عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوصی سبب کا اسی لئے اس میں بحسب اشتراک عمل اہل بیت کے سوا اور حضرات صحابہؓ و اولیا داخل ہیں۔

۲) راوی کے ضعف سے قصہ ضعیف ہوجاتا ہے یہ بھی قصہ ایسا ہی ہے لیکن چونکہ علماء کرام میں یہ قصہ مشہور ہے اور کتب میں مسطور ہے اس لئے اہل بیت کی فضیلت سے انکار نہیں لیکن عقیدہ کی بنیاد یا کوئی حکم شرعی اس سے مستنبط نہیں ہوگا۔

۳) حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (باوجودیکہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے عشاق سے ہیں وہ بھی) فرماتے ہیں: ''هَـذَا الْـحَـدِيـثِ الْـمُـفْتَعَلِ'' یعنی یہ حدیث موضوع منگھڑت ہے اسے رواج نہیں دے گا سوائے احمق اور جاہل کے اور ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے موضوع کہا ہے اور روایت سے ثابت کیا ہے کہ اس روایت کے موضوع ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔

تحقیق صاحب روح البیان: صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صحت روایت کا تقاضا یوں ہوسکتا ہے کہ آیت مدنیہ ہو کیونکہ نبی پاک ﷺ نے غزوۂ احد کے بعد ہی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور جمہور مفسرین نے فرمایا کہ سورۂ ہل اتی مکیہ ہے۔

تحقیق سورة دھر مدنیه ہونے کی: علامہ فناری رحمہ اللہ تعالیٰ الباری نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں فرمایا اور بہت بڑے اکابر علماء سے نقل کیا کہ سورة هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ (سورۃ الدھر) مدینہ پاک میں نازل ہوئی۔ ایسے ہی مجاہد و قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا سوائے ایک آیت کے وہ ہے: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (پارہ۲۹، سورۃ دھر، ایت۲۴) ﴿**ترجمہ:** تو اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ سنو۔﴾ کہ یہ مکیہ ہے۔ ایسے ہی حضرت حسن و عکرمہ رضی اللہ عنہما اور الماروری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سورۃ مدنیہ ہے سوائے آیت فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ...... الخ (سورۃ القلم، پارہ ۲۹) کے یہ مکیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیدی کی حاضری مدینہ پاک میں ہوگی کیونکہ آیۂ قتال کے بعد ہی قیدی کا سوال ثابت ہوسکتا ہے (کیونکہ قتال سے پہلے قیدی کہاں) اور سب کو معلوم ہے کہ جہاد کا حکم مدینہ پاک میں ہوا اور یہ بھی ہے آیات مکیہ کو آیات مدنیہ سے ملایا جاتا ہے اسی لئے ایسی سورۃ کے لئے تم کہہ سکتے ہو کہ وہ سورۃ مکیہ ہے یا وہ سورۃ مدنیہ ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سورۃ (دہر) کی آیات زیادہ مدنیہ ہیں اور اہل تفسیر کا قاعدہ ہے کہ جس سورۃ کی آیات جس طرح کی زائدہ ہوں اسی نام سے موسوم ہوتی ہیں اسی لئے یہ سورۃ مدنیہ

ہونے کی حقدار ہے نہ کہ مکیہ کی۔

ایمان افروز فیصلہ: صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نحن لانشك فی صحة القصة (وا للہ اعلم)

(تفسیر روح البیان، سورۃ الانسان،الجزء ١٠،الصفحة ٢٠٨،دار إحياء التراث العربی)

یعنی ہم قصہ کی صحت میں شک نہیں کرتے۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: قصہ صحیح ہے تو اس سے روافض اہلبیت کرام کی فضیلت سے خلافت بلا فصل یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اوّل کے لئے نصِ قطعی ضروری دوسرے کے لئے جزوی فضیلت کو کلّی فضیلت پر ترجیح کیوں؟

ابوذر غفاری کا ایثار: فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار خلافت کھلا ہوا تھا۔مقدمات پیش ہو رہے تھے۔مظلوموں کی دادرسی کا سلسلہ جاری تھا کہ ناگہاں ایک خوبصورت نوجوان کو دو طاقتور آدمی پکڑے ہوئے لائے اور فریاد کی: ''امیر المومنین:اس ظالم سے ہمارا حق دلوایا جائے۔ یہ ہمارے بوڑھے باپ کا قاتل ہے۔''

امیر المومنین نے خوبصورت نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا''تم صفائی میں جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ سکتے ہو''۔

نوجوان: میرا اونٹ ایک باغ میں چلا گیا۔باغ کے بوڑھے مالک نے پتھر مار کر میرے اونٹ کی آنکھ پھوڑ دی۔ میں نے بھی طیش میں پتھر کھینچ کر اسے مارا۔میرا ارادہ اس کے قتل کا نہیں تھا۔لیکن میری شامت سے وہ مر گیا۔

ا میرا لمؤمنین: چونکہ تم نے اقبالِ جرم کرلیا اس لئے اسلام کے قانون تعزیرات کے مطابق تم سے قصاص لیا جائے گا۔خون کا بدلہ خون۔

نوجوان: اسلام کے قانون اور عدالت کے سامنے میں اپنا سر تسلیم خم کرتا ہوں۔لیکن اتنی بات عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ میرا ایک نابالغ بھائی ہے۔باپ نے مرتے وقت اس کے حصہ کا سونا میرے حوالہ کیا تھا۔میں نے اسے ایک ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جس کا علم میرے سوا کسی کو نہیں۔اگر میں سونا اس کے حوالے نہ کر سکا تو قیامت کے دن اپنے باپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔اس لئے مجھے تین دن کی مہلت دی جائے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو کر واپس آجاؤں تو مجھ پر قصاص جاری کیا جائے۔

امیر المومنین نے تھوڑی دیر غور کے بعد فرمایا۔عدالت کے سامنے اپنا ضامن پیش کرو۔نوجوان نے حاضرین مجلس

پر ایک امید بھری نگاہ ڈالی ساری مجلس میں کوئی اس کا شناسا نہ تھا۔ مایوس ہوکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آواز دی۔ امیر المومنین! میں اس جوان کا ضامن ہوتا ہوں اسے تین دن کی مہلت پر رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک جلیل القدر صحابی کی ضمانت پر نوجوان کو رہا کر دیا گیا۔

منظر انتظار: آج تیسرا دن تھا۔ دربار خلافت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا دونوں مدعی بھی حاضر تھے حضرت ابوذر غفاری بھی موجود تھے لیکن نوجوان ابھی پلٹ کر نہ آیا تھا۔ جوں جوں انتظار کا لمحہ گزرتا جاتا تھا لوگوں کی تشویش بڑھتی جاتی تھی۔

مدعیوں نے کہا: ابوذر! ہمارا مجرم کہاں ہے؟ جواب دیا ''تیسرے دن کا پورا حصہ جب تک نہ گزر جائے اس کا انتظار کرو اگر وہ وقتِ مقررہ پر نہیں آیا تو قصاص کے لئے میری گردن حاضر ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب پر صحابہ کرام آب دیدہ ہو گئے اور ان کا اضطراب بڑھ گیا۔ صحابہ نے بڑی لجاجت کے ساتھ نوعمر مدعیوں سے کہا۔ تم خون بہا قبول کرلو۔ مدعیوں نے جواب دیا ہم خون کا بدلہ خون چاہتے ہیں ۔امید وبیم کا یہی عالم تھا کہ سامنے اڑتا ہوا غبار نظر آیا۔ گرد ہٹی تو پسینے میں شرابور مجرم (نوجوان) سامنے کھڑا تھا۔ تماشائیوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

امیر المومنین نے نوجوان سے مخاطب ہوکر فرمایا ''سزا تمہیں بعد میں دی جائے گی پہلے ایک بات سنو! تمہیں تین دن کی مہلت ملی۔ تمہارا پتہ نشان بھی کسی کو نہیں معلوم تھا۔ سزائے موت سے بچنے کے لئے تم فرار بھی ہو سکتے تھے؟ (پھر تم کیسے پہنچے) نوجوان مجرم نے بھیگی پلکوں کے سائے میں کھڑے ہوکر جواب دیا ''امیر المومنین! میں فرار ہوکر کہاں جاتا؟ یہاں نہ سہی، وہاں سزا ملتی لیکن اسلام کے دشمن یہ طعنہ دیتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام عہد شکن ہوتے ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا کہ زمین پر میرے خون کا دھبہ چند دنوں کے بعد مٹ جائے گا لیکن عہد شکنی کا دھبہ اسلام کے دامن پر ہمیشہ کے لئے نمایاں رہے گا۔'' نوجوان کے اس بیان پر لوگوں کے دل بھر آئے آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اسلام کی اس رقت انگیز محبت پر صحابہ کرام کا پیمانہ اور لبریز ہو گیا۔

اب امیر المومنین حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے کہ ''ابوذر! تم بغیر سوچے سمجھے ایک ایسے شخص کے ضامن بن گئے جس کے ساتھ نہ تمہاری کوئی شناسائی تھی نہ اس کے پتہ ونشان سے تم واقف تھے۔ ایک راہ گیر، پردیسی کی سزائے موت کا بار تم نے اپنے سر لے کر کتنا المناک اقدام کیا؟ اگر خدانخواستہ وہ نہ آتا تو آج ابوذر کے معاملہ میں اہل مدینہ کا کیا حال ہوتا؟''

ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تاب ہوکر کھڑے ہوگئے ''امیر المومنین !ایک ابوذر نہیں'ایک ہزار ابوذر سرکار ﷺ کی ادائے رحمت پر قربان ہیں ۔ایک غریب الوطن مجرم' تاجدار کونین ﷺ کے غلاموں کے درمیان کھڑا پناہ ڈھونڈ رہا تھا اس کے چہرے کی افسردگی اور نگاہوں کا یاس مجھ سے نہ دیکھا گیا۔ میں نے سوچا! وقت کا قافلہ گزر جائے گا نشانِ قدم باقی رہے گا کہیں آنے والی دنیا یہ نہ کہہ دے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں میں اتنی بھی غمگساری کا جذبہ نہیں تھا کہ اپنے ہی ایک بھائی کو تین دن کیلئے پناہ دے دیتے ۔''

امیر المومنین کیا یہ طعنہ کہ مدینۃ النبی کی بھری آبادی میں ایک غریب الوطن مجرم کو کوئی ضامن نہ مل سکا۔ ہمیں مرجانے کے لئے کافی نہ تھا؟ ہم ضامن نہ ہوتے جب بھی آج ہماری موت کا دن تھا۔'' حضرت ابوذر جواب دے کر جونہی بیٹھے۔ دونوں مدعی کھڑے ہوگئے۔

مدعی برادران: ''امیر المومنین! تاریخ اسلام کی شاہراہ روشن کرنے میں ہم کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔ ہم کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ آنے والا مؤرخ سرکار ﷺ کے غلاموں کو یہ طعنہ دے کہ ان میں اتنا بھی جذبہ رحم نہیں تھا کہ وعدہ پورا کرنے اور واپس لوٹ کر آنے والے مجرم کو معاف کر دیتے۔''

امیر المومنین گواہ رہیئے! کہ ہم اپنے باپ کے خون کا دعویٰ واپس لیتے ہیں اور دل کی اتھاہ گہرائی سے اپنے ایک بھائی کو معاف کرتے ہیں۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا دوسرا واقعہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چند اُونٹ تھے۔ اور ایک ناتوان ضعیف سا چرواہا تھا جو ان کی خبر گیری کرتا تھا اس کی اسی پر گذر تھا۔ ایک شخص قبیلہ بنو سلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کے فیوض سے استفادہ حاصل کروں۔ حضرت ابوذر غفاری نے ارشاد فرمایا کہ میرا دوست وہ ہے جو میری اطاعت کرے اگر تم بھی میری اطاعت کے لئے تیار ہو شوق سے رہو۔ کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا کہ کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کا حکم کروں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن ان سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورت مند ہیں کھانے کے محتاج ہیں مجھ سے فرمایا کہ اونٹ لے آؤ۔ میں گیا میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عمدہ اونٹ ہے جو نہایت قیمتی نہایت کارآمد اور سواری میں مطیع۔ میں نے حسب وعدہ اس کو لے جانے کا ارادہ کیا

مگر مجھے خیال ہوا کہ غرباء کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کارآمد ہے۔ حضرت کی اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی کہ اس اونٹ کے علاوہ اور باقی سب سے بہتر تھی لے کر حاضرِ خدمت ہوا۔ فرمایا کہ تم نے خیانت کی ۔ میں سمجھ گیا اور واپس آ کر وہی اونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں۔ دو آدمی اٹھے انہوں نے اپنے کو پیش کیا فرمایا کہ اس کو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں ان کو شمار کر کے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد ان میں شمار کرلو اور سب کو برابر تقسیم کردو۔ میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا ان میں سے ہر گھر میں جائے۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور تقسیم کردیا۔ اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑی یا بھول گیا تھا اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا میں نے اوّل اسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کارآمد ہے آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا۔ عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا۔ فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں۔ میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤں گا۔ وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے۔ مال کے اندر تین حصہ دار ہیں ایک تقدیر جو مال کے لے جانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی اچھا برا ہر قسم کا لے جاتی ہے، دوسرا وارث جو اس کے انتظار میں ہے تو مرے تو وہ لے لے اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے اگر ہوسکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

(پارہ۴، سورۃ آل عمران، آیت۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ نہ کرو۔

اس لئے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لئے آگے چلتا کروں تا کہ وہ میرے لئے جمع رہے۔

حضرت ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا ایثار: ایک صحابی رضی اللہ عنہ روزہ پر روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے لئے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آئی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بھانپ لیا۔ بیوی سے کہا کہ رات کو ایک مہمان کو لاؤں گا جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ کو درست کرتے ہوئے بجھا دینا اور جب تک اس مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں۔ صبح کو حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات کا تمہارا

اپنے مہمان کے ساتھ کا برتاؤ حق تعالیٰ کو بہت ہی پسند آیا۔(دُرمنثور)

حضرت عبداللّٰہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کا ایثار: آپ سے کسی شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں سفارش کرائی۔ان کی سفارش پر اس کا کام ہوگیا تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے۔انہوں نے واپس کردیئے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے اسی مجلس میں تقسیم فرمادیئے۔ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا بازار میں فروخت نہ ہوئی۔اس کو فکر و رنج ہوا۔عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت بانٹ دو۔رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ ان کے یہاں سے کھانا پینا ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک لڑائی میں شریک تھے ایک دن اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہوجاؤں گا۔تم میرا قرضہ ادا کردینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔یہ وصیتیں کرکے اسی دن شہید ہوگئے۔صاحب زادہ نے جب قرضہ کو جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اسی طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے لوگ اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے۔یہ فرمادیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے جب تمہیں ضرورت ہو لے لینا۔یہ کہہ کر صدقہ کردیتے۔اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا۔عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا۔میں نے پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تمام قرضہ ادا کیا۔کہتے ہیں کہ جب کوئی دقت پیش آتی میں کہتا کہ اے زبیر کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا وہ فوراً ہوجاتا۔یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ان عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درہم لکھے ہیں۔کہنے لگے کہ جب چاہو لے لو۔اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔میں دوبارہ گیا میں نے کہا وہ تو تمہارے ان کے ذمہ ہیں۔کہنے لگے کہ میں نے معاف کردیئے۔میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا۔کہنے لگے کہ جب تمہیں سہولت ہو دے دینا۔میں نے اس کے بدلہ میں ایک زمین ان کو دیدی جو معمولی حیثیت کی تھی پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا انہوں نے فوراً قبول کرلی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلیٰ بچھادے۔اس نے مصلیٰ بچھادیا۔دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔نماز سے فارغ ہوکر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو۔اس نے کھودنا شروع کیا ایک پانی کا چشمہ وہاں سے ابلنے لگا۔ (اسدالغابۃ)

تعارف : حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے چچازاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔اوّل تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد سخاوت،کرم شجاعت،بہادری میں ممتاز رہے اور ہیں لیکن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مساکین کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اٹھنا بیٹھنا غرباء ہی کے ساتھ ہوتا تھا۔کفار کی تکالیف

سے تنگ ہوکر اوّل حبشہ کی طرف ہجرت کی اور کفار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کے انتقال کی خبر پر حضور ﷺ ان کے گھر تعزیت کے طور پر تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ اور عون اور محمد کو بلایا وہ سب کم عمر تھے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ساری اولاد میں باپ کا رنگ تھا مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا اسی وجہ سے ان کا لقب'' قطب السخا '' سخاوت کا قطب تھا۔ سات برس کی عمر میں حضور اقدس ﷺ سے بیعت فرمائی۔

ایثار اور بکرے کی سری کا چکر: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکرے کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند کنبہ والے ہیں اور ان کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں اس لئے ان کے پاس بھیج دی۔ ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیج دی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔

ایثار کی بینظیر مثال: حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارے سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا وہ ہشام بن ابی العاص تھے۔ ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے۔

انہوں نے آہ کی۔ ہشام رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا۔ میں اُن کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ ہشام رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان کے بعد اپنے بھائی کے پاس لوٹا اتنے میں وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (روح البیان)

فائدہ: صاحبِ روح البیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے کہتے ہیں ایثار بالنفس، یہ مال کے ایثار سے بڑھ کر ہے

فدائے دوست نکردیم عمر ومال دریغ
کہ کار عشق زما این قدر نمی آید

یعنی ہم دوست پر عمر و جان فدا نہ کر سکے۔ افسوس کہ عشق میں ہم سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

واہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ: یہاں دوست پر مال وجان فدانہ کرنے کا افسوس ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سے بڑھ کر کچھ اور فرماتے ہیں:

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضاؔ
ان سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

ایک اور صحابی کا ایثار: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا اور اُن سے ان کے مال کی تفصیل معلوم کی تو ان پر ا یک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا۔ میں نے اُن سے اس کا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا نہ سواری کے کام کا۔

اُنھوں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں۔ البتہ اگر تم دینا ہی چاہتے ہو تو حضور اقدس ﷺ سفر میں ہیں اور آپ ﷺ کا پڑاؤ فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کردو۔ اگر منظور فرمالیا تو مجھے انکار نہیں ورنہ میں معذور ہوں۔ وہ اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ ہو لئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس آپ ﷺ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ یا ان کے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو اس لئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کردیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے۔ حضور ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا اس لئے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا اس لئے میں خود لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر واجب تو وہی ہے جو انہوں نے بتایا۔ مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو تو قبول ہے اللہ تمہیں اس کا اجر مرحمت فرمائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے۔ حضور ﷺ نے قبول فرمالیا اور برکت کی دعا فرمائی۔(دُرِمنثور)

اولیاء کرام کا ایثار: بادشاہ اور وزیر کے درمیان اختلاف ہوا۔ بادشاہ کہتا کہ علماء کرام افضل ہیں وزیر کہتا کہ فقراء (اولیاء) وزیر نے کہا ان کا امتحان لے لیں اس کے دو طریقے ہیں: اوّل یہ کہ کسی کو ایک ہزار درہم دے کر یہ مدرسہ والوں کی طرف بھیجو اور کہو کہ بادشاہ نے یہ رقم اس کے لیے بھیجی ہے جو تم میں سب سے افضل ہو اسی کو دو۔ بادشاہ نے ایسا

ہی کیا۔تو اہل مدرسہ کے پاس جب بادشاہ کا قاصد گیا تو ہر ایک کہتا کہ میں سب سے افضل ہوں۔قاصد نے کہا کہ مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تم میں کون افضل ہے یہ کسی کا حق نہیں فلہٰذا میں اسے واپس لے جارہا ہوں۔اب وہی رقم لے کر خانقاہ (مرکزِ اولیاء) میں پہنچے تو فقراء (اولیاء) سے پوچھا کہ تم میں کون افضل ہے تاکہ یہ ہزار درہم پیش کروں۔سب یک زبان بولے ''میں نہیں یہ ہے'' وغیرہ۔بالآخر قاصد نے بادشاہ کو رقم واپس جا کر دی۔وزیر نے کہا اب دوسرے طریقے سے بھی آزمایئے کہ چھرا قاصد کے ہاتھ میں پکڑایئے اور اہل خانقاہ کے پاس بھیج کر فرمایئے کہ تم میں افضل کون ہے جو افضل ہوگا اسے قتل کیا جائے گا۔جب خانقاہ میں پہنچے تو ہر ایک کہتا مجھے قتل کیجئے میرے ساتھی کے درپے نہ ہو۔اسی طرح وہ قاصد امتحان لے کر واپس آگیا اس طرح سے وزیر بادشاہ پر غالب آگیا۔

سبق: اسے کہتے ہیں ایثار کہ خود کو قتل ہونے کے لیے پیش کرنا منظور لیکن اپنے دوست کے لیے نامنظور گویا اپنی جان دوست پر قربان۔(روح البیان)

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: سچ پوچھو تو علماء کی اب بھی وہی حالت ہے

؎ زمانہ بدلے لاکھ مگر ہم نہ بدلے جائیں گے

یااللہ! ہمیں ایسے علماء سے نہ بنا۔(آمین)

میں کہتا ہوں یہ بھی اہل خانقاہ دور سابق میں تھے۔اب ہوں گے لیکن چھپے ہوئے۔ہمیں کہیں ان کی زیارت نہیں ہورہی بلکہ اب جو مدعیان مشیخت یا براجمان مسند ولایت ہیں ان کے اکثر تو ہماری طرح ''ہیچو ما دیگرے نیست'' کے مریض ہیں اور بہت سے بدنام کنندگان اسلاف ہیں جن کا نام سن کر بھی خلق خدا راضی نہیں۔مجھے ایک ایسے مقدس شہر میں وعظ کرنے کا موقع ملا جسے دیکھ کر مجھے شہباز اِن ولایت یاد آگئے کہ ایک وقت تھا کہ ایسے شہباز اس شہر کی گدائی کو سعادت سمجھتے اور رحمت کے ملائکہ کرام اس شہر کا گشت کرتے نہ تھکتے۔لیکن افسوس کہ آج یہ شہر برائیوں اور ظلم وستم کا اڈہ ہے کہ ملائکہ کرام یہاں کی ڈائری لکھنے پر تھرا جاتے ہیں

؎ واہ! عجب طور ہیں زمانے کے

صاحبِ رُوح البیان کا اظہار افسوس: صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں کہ اب تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے دور کے فقراء (ولایت کے مدعی) کا کیا حال ہے کہ اسلاف صالحین کے طریقوں سے کتنے دور نکل گئے ہیں۔

حکایت: سیدنا ابویزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھ پر بلخ کا ایک نوجوان غلبہ پا گیا۔مجھ سے پوچھا زہد

کیا ہے۔ میں نے کہا کچھ مل جائے تو کھالیا جائے نہ ہو تو صبر۔ اس نے کہا کہ یہ تو ہمارے بلخ میں کتوں کا طریقہ ہے بلکہ زاہد کو یوں ہونا چاہیئے کہ کچھ نہ ہو تو بھی شکر کرے اگر ہو تو اپنے بجائے دوسروں کو دینا چاہیئے۔

کریم کامل آنرا شناسم اندر دوران
کہ گزمانے رسد از آسیائے چرخ گردانش
نہ استغنائے ہمت باوجود فقر وبے برگی
زخود دوا گیرد وسازو نثار بے نوایانش

یعنی میں زمانے میں کریم اسے سمجھتا ہوں کہ اگر اسے آسمان کی چکی سے ایک روٹی ملے تو از راہ استغناء باوجود فقر وضرورت کے دوسروں کی ضرورت پر خرچ کردے۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: یہ دو تین صدیوں پہلے کا حال ہے اور ہمارے دور کے مدعیان ولایت اور مسند نشینانِ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا حال زبوں تر ہے۔ میں نے تو یہاں تک تلخی دیکھی ہے کہ ان حضرات کو جونہی اسلاف کے طریقوں سے ہٹا ہوا کہا گیا تو کہنے والے کا معاش ومعاشرہ تنگ اور الٹا اسے ننگِ زمانہ مشہور کرایا جاتا ہے گویا اسے سزا دی جاتی ہے کہ پھر وہ ان کے ایسے دھندے میں روڑا نہ اٹکا سکے۔

خدا پنج انگشت یکساں نکرد: ہمارا دور ایسا گھٹیا بھی نہیں کہ اس میں صحیح اور سچے پیر نہ ہوں۔ الحمدللہ فقیر نے اپنے زمانہ میں بہت سے سچے اور صحیح پیروں کی زیارت کی۔ ان میں حضرت الحاج خواجہ محمد سلطان بالا دین صاحب اویسی شاہ پور شریف رحمہ اللہ علیہ بھی ہیں کہ ہر حق بات سنتے اور سن سن کر نہ صرف خوش ہوتے بلکہ داد دیتے۔ پڑھیئے فقیر کا رسالہ ''سوانح سلطان بالا دین''۔

ابوالحسن نوری رحمۃ اللّٰہ علیہ کا ایثار وہمدردی: بعض صوفیا کرام کی خلیفۂ وقت کے ہاں شکایت ہوئی ان میں حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ خلیفۂ وقت نے تمام صوفیہ کرام گرفتار شدگان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے جلاد کے ہاں پہنچ کر فرمایا پہلے مجھے قتل کرو۔ آپ سے اس پہل کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے قتل ہونے کے وقت تک میرے دوست زندگی بسر کرلیں گے۔ خلیفۂ وقت یہ حال سن کران بزرگوں (صوفیہ کرام) کو قتل کرنے سے باز آگیا اور انہیں باعزت رہائی کا حکم فرمادیا۔

(احیاء العلوم)

ابراهیم و تیمی رضی اللہ عنہما کا ایثار بے مثال: حضرت ابراہیم نخعی وحضرت تیمی رضی اللہ عنہما ہر دونوں تابعین کے اعلیٰ طبقات میں سے ہیں رضی اللہ عنہما۔حجاج بن یوسف نے حسب عادت ابراہیم نخعی کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔حجاج کے سپاہی انہیں تلاش کرر ہے تھے وہ روپوش ہوگئے۔کسی مخبر نے خبر دی کہ ابراہیم نخعی فلاں جگہ چھپا ہوا ہے۔وہاں اتفاقاً ابراہیم تیمی تھے اور یہ ابراہیم جوانہیں کے ہمعصر تھے سپاہیوں نے انہیں گرفتار کرلیا آپ نے گرفتاری دیدی لیکن سپاہیوں کو نہ فرمایا کہ وہ میں نہیں اور نہ ہی سپاہیوں نے امتیاز کیا کہ یہ کون ابراہیم ہے نخعی یا تیمی۔آپ حجاج کے یہاں نامی جیل خانہ میں قید کردیے گئے جہاں دھوپ سے کہیں سایہ تھا اور نہ سردی سے بچاؤ کی کوئی صورت۔پھر اس میں بھی دو دو آدمیوں کو ایک زنجیر میں جکڑا گیا۔ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اس قید کی شدت سے اس درجہ لاغر وضعیف ہوگئے کہ ان کی والدہ ان سے ملنے کے لئے جیل خانہ میں آئیں تو انہیں پہچان نہ سکیں۔آخر کار اسی جیل خانہ میں آپ کی وفات ہوگئی۔لوگوں نے بھی کہا جب سپاہی آپ کی طلب میں نہ تھے تو آپ کیوں گرفتار ہوگئے۔فرمایا کہ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ نخعی جیسے امام وقت کو لوگ آکر گرفتار کریں اس لئے میں نے ان کہ جگہ اپنا نام پیش کردیا۔

(طبقاتِ ابن سعد، جلد ٦، صفحہ ٩٩)

ایثار کی برکت: خلیفہ معتضد باللہ عباسی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ اس کے ایک سپہ سالار نے ایک سوداگر سے پچاس ہزار درہم قرض لئے مگر بعد میں ان کی ادائیگی سے انکار کردیا۔سوداگر بہت رویا منت سماجت کی۔مگر سپہ سالار کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔اس نے بہت سی تدبیریں کیں کہ کسی طرح سے سپہ سالار سے روپیہ وصول کرسکے۔معززین شہر کے پاس گیا۔سرکاری حکام اور ارا کینِ سلطنت سے التجائیں کیں مگر سب بے سود۔کسی نے بھی اس کی مدد نہ کی۔کیونکہ سپہ سالار سخت اکھڑ، بدمزاج اور تندخو تھا اور ہر شخص اس کے پاس جاتے ہوئے ڈرتا تھا چونکہ سوداگر کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہ تھا اس لئے وہ قاضی کے ہاں دعویٰ کرنے سے بھی ناچار تھا۔

ایک دوست مل گیا۔دوست نے اسے مغموم اور پریشان دیکھ کروجہ پوچھی۔سوداگر نے تمام بات بتادی کہ کس طرح سپہ سالار نے اس سے ایک گراں قدر رقم بطور قرض لی اور بعد میں اس کی ادائیگی سے انکار کردیا۔دوست نے کہا کہ بس اتنی سی بات پر پریشان ہورہے ہو آؤ میرے ساتھ چلو میں تمہیں ایک شخص کے پاس لے چلتا ہوں جو فوراً تمہاری رقم دلوادے گا۔

سوداگر نے کہا کہ شہر کا کوئی بڑا آدمی ایسا نہیں جس کے پاس میں فریاد لے کر نہ گیا ہوں۔

لیکن ہر ایک نے رقم دلوانے سے معذرت کردی ہے۔تمہاری نظر میں ایسا کون سا آدمی ہے جو مجھے اس ظالم سپہ سالار سے

رقم دلوائے گا۔دوست نے کہا میں تمہیں جس شخص کے پاس لے جار ہا ہوں کوئی بڑی شخصیت نہیں بلکہ بہت ہی معمولی درجے کا آدمی ہے مگر مجھے امید ہے کہ اس کے ذریعے تمہارا کام فوراً بن جائے گا۔سوداگر نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب بڑے بڑے آدمیوں کے ذریعہ میرا کام نہ بن سکا تو ایک معمولی آدمی کے ذریعہ کس طرح ہوسکتا ہے۔

دوست نے جواب دیا،تمہیں اس سے کیا غرض،تم میرے ساتھ چلو۔

چنانچہ اس نے سوداگر کو ساتھ لیا اور ایک درزی کی دکان پر پہنچا جو اتفاقاً قریب ہی تھا۔درزی اس وقت اپنی دکان کے چبوترے پر بیٹھا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔دکان کوئی بہت بڑی نہ تھی اور کام بھی کچھ زیادہ نظر نہ آتا تھا لیکن درزی کے چہرے پر طمانیت اور نورانیت کے آثار نظر آرہے تھے۔

اسے دیکھ کر سوداگر کو اپنے دوست کی عقل پر اور بھی تعجب ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ یہ معمولی درجے کا درزی میرا کام کس طرح کر سکے گا۔چونکہ وہ دکان پر پہنچ چکا تھا اس لئے کچھ نہ کہہ سکا۔اس کے دوست نے آگے بڑھ کر درزی کو سلام کیا اور سپہ سالار کی بے ایمانی کا سارا واقعہ سنا کر اس سے کہا کہ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ چل کر میرے دوست کا روپیہ دلوادیں۔

درزی نے جواب دیا مجھے کوئی عذر نہیں اور میں ابھی آپ کے دوست کے ساتھ سپہ سالار کے پاس چلتا ہوں مجھے امید ہے کہ وہ ان کا روپیہ دینے میں کوئی عذر نہیں کرے گا۔چنانچہ اس نے قرآن کریم بند کیا،دکان کو قفل لگایا اور سوداگر سے کہا چلئے۔چنانچہ یہ تینوں سپہ سالار کے ہاں پہنچے۔سپہ سالار اس وقت وہاں موجود نہ تھا لیکن اس کے نوکر اور غلام درزی کو دیکھتے ہی سروقد کھڑے ہوگئے اور آداب بجالا کر نہایت ہی مؤدبانہ لہجے میں کہا کہ سپہ سالار صاحب کہیں باہر گئے ہیں ابھی آتے ہیں،آپ تشریف رکھیے۔انہوں نے ان دونوں کو مکان کے اندر لے جا کر ملاقات کے کمرے میں بٹھادیا۔فوراً ہی نہایت عمدہ اور ٹھنڈا شربت دونوں کو پلایا اور غلام پنکھا جھلنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔

سوداگر اس تمام واقعہ کو دیکھ کر سخت حیران ہوا۔یہ واقعہ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔کچھ دیر بعد سپہ سالار بھی آگیا جونہی اس کی نظر درزی پر پڑی۔اس کا چہرہ فق ہوگیا لیکن وہ سنبھل کر آگے بڑھا اور انتہائی مؤدبانہ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

مجھے افسوس ہے میں اس وقت کسی ضرورت سے باہر گیا تھا آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی ہوگی۔فرمائیے کیسے آنا ہوا اور میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔

درزی نے کہا اور تو کوئی بات نہیں۔آپ نے ان سوداگر سے پچاس ہزار درہم قرض لئے تھے لیکن ابھی تک ادا نہیں کئے۔بس میں یہ کہنے آیا کہ آپ مہربانی فرما کر ان کی رقم ادا کر دیجئے۔

سپہ سالار نے کہا واقعی میں نے ان سے پچاس ہزار درہم لئے تھے لیکن اس وقت میرے پاس صرف دس ہزار درہم موجود ہیں وہ لے لیجئے۔باقی رقم میں انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر اندر ادا کر دوں گا آپ بالکل مطمئن رہیں۔صرف یہ عرض ہے کہ برائے خدا اذان نہ دیجئے گا۔

درزی نے جواب دیا جب آپ ان صاحب کا قرض ادا کرنے کے لئے تیار ہیں تو مجھے اذان دینے کی کیا ضرورت ہے۔میں تو اذان صرف اس وقت دیتا ہوں جب اور کوئی چارہ کار نہ رہے۔

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔سپہ سالار اسے رخصت کرنے محل سے باہر تک آیا اور بڑی گرم جوشی سے اسے رخصت کیا۔سوداگر اس تمام منظر کو بڑے غور اور حیرت سے دیکھتا رہا۔باہر نکل کر اس نے کہا میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ کی بدولت میرا کام بن گیا اور میری ڈوبی ہوئی رقم باہر نکل آئی لیکن آپ کی شخصیت اور اذان کا قصہ میرے لئے حد درجہ حیرت واستعجاب کا موجب ہے۔براہ کرام آپ مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں اور یہ اذان کا کیا قصہ ہے؟ اذان میں تو ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہوتی۔پھر سپہ سالار اس سے اس قدر خوف کیوں کھا رہا تھا۔درزی نے کہا،میاں تمہیں ان باتوں سے کیا غرض۔تمہارا کام بن گیا،تم خدا کا شکر ادا کرو اور گھر جاؤ۔سوداگر نے جواب دیا میں تو اس وقت تک یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک یہ تمام قصہ معلوم نہ کر لوں گا۔سوداگر کے اصرار پر درزی مجبور ہو گیا اور یہ قصہ اس نے سنایا۔

بزم فیضان اویسیہ
www.Faizahmedowaisi.com

میں ایک معمولی درزی ہوں اور لوگوں کے کپڑے سی کر اپنا گزارہ کرتا ہوں۔میری دکان تو مدت دراز سے اسی جگہ ہے جہاں سے میں آپ کے ساتھ آیا ہوں۔میری دکان کے ساتھ ایک مسجد ہے جس کا میں مؤذن ہوں اور پانچ وقت اس کے منارہ پر چڑھ کر اذان دیا کرتا ہوں۔یہ مسجد شاہی محل کے قریب ہے اور میری آواز امیر المومنین کے کانوں تک پہنچتی ہے۔

ایک دن مغرب کے قریب میں دکان پر بیٹھا کپڑے سی رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک ترک افسر ایک عورت کو زبردستی گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا تھا۔عورت چیخ چلا رہی تھی مگر بازار میں کسی کی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسے اُس ظالم افسر کے ہاتھ سے چھڑا سکے۔یہ منظر دیکھ کر میری غیرت جوش میں آئی اور میں نے آگے بڑھ کر اس افسر سے کہا کہ اس عورت پر ظلم نہ کرے اور اسے چھوڑ دے۔مگر اس نے پرواہ نہ کی اور عورت کو اسی طرح گھسیٹتا رہا۔میں نے دوبارہ اس سے یہی التجا کی۔اس پر اس نے ایک ہاتھ سے عورت کو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے ڈنڈا لے کر مجھے اس طرح مارا کہ میری ہڈی پسلی

ایک ہوگئی اور جگہ جگہ سے خون جاری ہوگیا۔ مجھے اچھی طرح زدوکوب کر کے وہ ترک افسر اپنی راہ پر چلا گیا۔

گوتکلیفِ درد کی وجہ سے میری بری حالت تھی اور مجھ سے ہلا بھی نہ جارہا تھا لیکن میری غیرت اور حمیت اب تک جوش کھارہی تھی۔ میں بڑی مشکل سے اٹھا کچھ دردمند لوگوں کو جمع کیا اور اس ترک افسر کے دروازے پر پہنچ کر اسے باہر بلایا۔ جب وہ باہر آیا اور اس نے مجھے ایک مجمع کے ساتھ دیکھا تو اس کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔ وہ اسی وقت اندر چلا گیا اور تلوار نکال کر لایا جسے دیکھ کر باقی سب لوگ جان بچا کر بھاگ گئے مگر میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس نے مجھ پر گھونسوں ،لاتوں اور مکوں کی بارش شروع کردی۔ میں پہلے زخمی تھا اس مارنے اور ستم ڈھایا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ افسر مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر اپنے مکان میں چلا گیا اور بعض لوگوں نے ازراہِ ہمدردی مجھے میری دکان پر پہنچا دیا۔

میرا سارا بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ جگہ جگہ سے کھال پھٹ گئی تھی اور زخموں سے خون جاری تھا لیکن اس مظلوم عورت کی بے کسی اور بے بسی کے سامنے مجھے اپنی سخت تکلیف بھی یاد نہ تھی اور میں برابر سوچ رہا تھا کہ کون سی تدبیر اختیار کروں کہ اس ظالم افسر سے اس مظلوم عورت کا پیچھا چھوٹے۔ آخر بہت سوچنے کے بعد یہ ترکیب ذہن میں آئی کہ منارہ پر چڑھ کر اذان دے دوں اس طرح وہ افسر سمجھے گا کہ صبح ہوگئی اور عورت کو چھوڑ دے گا۔ زخموں اور درد کے باعث مجھ میں ہلنے کی قطعاً تاب نہ تھی لیکن جس طرح بھی بن پڑا اس منارہ پر چڑھا اور اپنی پوری قوت سے اذان دے دی۔ اذان دے کر اس منارہ سے نیچے اتر آیا۔

ابھی میں نیچے اترا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ چند سرکاری پیادے ہاتھوں میں مشعلیں لئے مسجد کی طرف تیزی سے چلے آرہے ہیں۔ میرے پاس آ کر انہوں نے پوچھا کہ یہ بے وقت کی اذان کس نے دی ہے۔

سرکاری پیادوں کو دیکھ کر میرے اوسان خطا ہوگئے تاہم میں نے جرأت کر کے کہا،"میں نے اذان دی ہے"۔ بتائیے کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ اس شخص کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے جس نے یہ بے وقت اذان دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے لے جا کر امیر المومنین کی خدمت میں پیش کر دیا۔

امیر المومنین نے بڑے غصے سے میری طرف دیکھا اور کہا......تم نے بے وقت اذان کیوں دی ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ تمہاری اس حرکت سے کتنا نقصان ہوا ہوگا جب چوکیداروں اور محافظوں نے اذان سنی ہوگی وہ گشت ختم کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہوں گے ان کی عدم موجودگی میں اگر بازاروں اور گھروں میں چوری ہو جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اور پہرہ داروں کی نگرانی کون کرے گا؟ جن لوگوں کو صبح روزہ رکھنا ہوگا انہوں نے بغیر کھائے پیئے روزہ رکھ لیا ہوگا بتاؤ تمہیں اس قصور کی سزا کیوں نہ دی جائے۔

میں نے امیر المومنین سے کہا کہ حضور سزا کا حکم سنانے سے پہلے میری بات سن لیں اس کے بعد حضور کو اختیار ہے جو سزا دیں، مجھے منظور ہوگی، امیر المومنین نے کہا اچھا کہو، میں نے کہا:

میں سب سے پہلے اس امر پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ ہمارے بادشاہ کو رعایا کا اس قدر خیال ہے کہ وہ ان کے لئے اپنا آرام اور چین بھی قربان کر دیتا ہے اور ان کی بہبود کی خاطر راتوں کو جاگتا رہتا ہے ورنہ اسے کیسے پتہ چلتا کہ اذان بے وقت دی گئی ہے۔

اس کے بعد میں نے ترک افسر کا سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں نے محض اس لئے بے وقت اذان دی ہے کہ وہ ظالم آدمی یہ سمجھے کہ صبح ہوگئی ہے اور اس طرح اس عورت کو چھوڑ دے۔اب میری حضور سے یہ التجا ہے کہ کسی آدمی کو بھیج کر اس بے کس و مظلوم عورت کو اس ظالم افسر کے چنگل سے چھڑا دیں۔

امیر المومنین نے یہ سن کر مجھے تو اپنے پاس بٹھالیا اور ایک ملازم کو بلا کر کہا کہ فلاں ترک افسر کو گرفتار کر کے اسی وقت میرے سامنے حاضر کرو۔اس کے پاس جو عورت ہو اسے بھی ساتھ لیتے آنا۔

تھوڑی ہی دیر میں ترک افسر امیر المومنین کے سامنے کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔امیر المومنین نے انتہائی طیش بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور اس سے ناپاک حرکت کی وجہ پوچھی۔اس نے گڑگڑا کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور رحم کی درخواست کی۔

مگر امیر المومنین نے معاف نہ کیا اور حکم دیا کہ صبح ہونے پر اسے ایک بوری میں بند کر کے چوک کے درمیان رکھ دیا جائے کہ لوگ لاتوں، مکوں اور گھونسوں سے اس کی خاطر تواضع کریں، یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک اس کی جان نہ نکل جائے۔ یہ حکم دے کر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا تمہاری دلیری شجاعت اور غیرت کو دیکھ کر میرا دل بے حد خوش ہوا۔ یہ لو پانچ ہزار درہم کی تھیلی، یہ تمہارا انعام ہے اور آئندہ جب بھی کسی پر ظلم ہوتے دیکھو اور اسے روک نہ سکو تو منارہ پر چڑھ کر اذان دے دیا کرو۔ میں فوراً سمجھ جاؤں گا کہ اس بے وقت کی اذان کے ذریعہ تم مجھ کو کسی مظلوم کی فریاد پہنچانا چاہتے ہو۔ میں اسی وقت تمہیں بلا لیا کروں گا اور مظلوم کی دادرسی کیا کروں گا۔

امیر المومنین کے حکم کی شہرت تمام شہر میں ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں کسی اہلکار اور معزز شخص کو اس کے کسی ظلم یا ناانصافی کی طرف توجہ دلاتا ہوں وہ فوراً اس کے ازالے کے لئے تیار ہو جاتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ اگر وہ ظلم اور ناانصافی سے باز نہ آیا اور میں نے اذان دے دی تو پھر اس کی خیر نہیں۔تمہارے سامنے بھی یہی ماجرا گزرا اور سپہ سالار نے خوف

کے مارے فوراً تمہاری رقم ادا کرنے کا وعدہ کرلیا اور دس ہزار درہم ادا بھی کردیئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللّٰہ علیہ کا ایثار: انوارِ رضا، صفحہ ۲۳۸ میں ہے کہ جب سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلحضرت سے رکھوالی کے لئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلحضرت اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کی دیکھ بھال کے لئے بذات خود دے آئے اور فرمایا کہ حضرت ان کُتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔ یہ سارا کام کاج کریں گے اور رات کے وقت رکھوالی بھی جانتے ہیں۔ یہ دونوں کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبزادگان جن میں سے ایک حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند تھے اور دوسرے زمانہ ہوا غریق رحمت ہوگئے یعنی حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد رحمۃ اللّٰہ علیہ کا ایثار: سراج العلماء استادی المکرّم مولانا فقیہ سراج احمد مکھن بیلوی ثم خانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا کہ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے ایک فتویٰ سے متاثر ہو کر ارادہ کیا کہ بریلوی فقیہ کی بریلی جا کر ہی زیارت کروں لیکن افسوس کہ ہمیں ان کے وصال کا علم نہ تھا ان کے وصال کے بعد بلکہ ان کے صاحبزادہ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بھی بعد بریلی شریف جانا ہوا۔ اس وقت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سفر پر تھے۔ حضرت مولانا حکیم الامت امجد علی صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ بریلی سنبھالا ہوا تھا۔ وہ بھی پڑھا کر کہیں تشریف لے جاتے تھے مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرِ تعلیم تھے۔ ہم دو ساتھی تھے مسجد میں ہمیں اجنبی دیکھ کر حالات پوچھے۔ فرمایا کہ یہاں مہمانوں کے لئے رہائش کھانا وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں لیکن آپ چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہیں اسی لئے آپ کے کھانے اور رہائش کا انتظام میں خود کرتا ہوں چنانچہ جتنا وقت ہم آستانہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر رہے مولانا سردار احمد صاحب نے اپنا بستر اور رہائش گاہ ہمارے حوالے کردیا اور اپنی جیب سے ہی ہمارے کھانے کا انتظام کیا۔

﴿غزالی زمان سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی محدث ملتانی رحمۃ اللّٰہ علیہ کا ایثار﴾

حضرت غزالی زمان رحمتہ اللہ علیہ کا ایثار اس سے بڑھ کر ہر اہلسنّت کے لئے تھا لیکن فقیر چونکہ آپ کے تلامذہ کا ادنیٰ تلمیذ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دورانِ طالب علمی آپ کے تلامذہ در تلامذہ کی فہرست میں فقیر ایک لاشئ تلمیذ التلامذہ

سمجھا جاتا تھا۔فقیر نے جب مدرسہ منبع الفیوض حامد آباد کی بنیاد رکھی تو سالانہ جلسہ مدارس کا ایک اہم شعبہ سمجھا جاتا ہے اسی لئے ڈرتے ڈرتے سالانہ جلسہ کے لئے عرض کیا تو فرمایا نہ صرف اس سال بلکہ ہر سال۔فقیر نے عرض کردیا کہ **شاہان چہ عجب کہ نوازند گدارا** پھر فقیر کا ہر سال جلسہ نہ ہوسکتا تھا جب تک غزالی زمان رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز نہ ہوتے۔

ایثار کی مثال: یہ کوئی رسمی مثال نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ دورِ حاضرہ میں مقررین وواعظین اگر غزالی زمان رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی واقتداء کریں تو سُنیّت کی خدمت ہو۔فقیر کا گاؤں اسٹیشن سے کوسوں دور بسّوں کا رواج معدوم، سڑکوں کا تصور تو ایک انہونی بات تھی۔شاہراہ پاکستان سے بھی فقیر کا مدرسہ کافی فاصلہ پر تھا۔غزالی زمان ہر سال شاہراہ پاکستان سے پیدل چل کر جلسہ کی رونق کو دوبالا فرماتے۔سواری کے لئے گھوڑی پیش کی جاتی تو فرماتے اس کی عادت نہیں۔ سائیکل کا راستہ نہیں کہ آپ کو اس پر بٹھا کر جلسہ میں لایا جائے۔بار ہا برستی بارش میں کیچڑ پاؤں بھرپور اور کپڑے بھیگے کرکے حامد آباد تشریف لاتے۔زادراہ اورنذرانہ کا تو نام تک نہ تھا اسے کہتے ہیں ایثار وہمدردی۔

علّامہ مفتی ہزاروی مدظلہ العالی کا ایثار: حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ وناظم اعلیٰ تنظیم المدارس سے طالب علمی سے ہی فقیر کے ساتھ دوستی ہے۔جب وہ حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پڑھتے تھے اور فقیر جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دورہ حدیث پڑھتا تھا۔حضرت مولانا علامہ شیخ الحدیث غلام رسول صاحب ان دنوں ہارون آباد کے مدرسہ سے مستعفی ہوکر فیصل آباد میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ان کے ساتھ چند ہونہار شاگرد بھی تھے۔تو وہ فقیر کے ساتھ مشکل صیغے اور ترکیبوں میں طبع آزمائی فرماتے تھے۔ان میں مفتی عبدالقیوم صاحب نمایاں تھے۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب کو فقیر کی علمی استعداد کا ذکر کیا تو انہوں نے فقیر کو بلا کر فرمایا کہ تم اس سال فارغ التحصیل ہوجاؤ گے۔نئے سال میں ہم جس مدرسہ میں متعین ہوئے تمہیں بلالینگے تم ہماری نیابت میں تدریس کرنا تمہارا علمی اضافہ ہوگا۔فقیر نے رسمی طور پر عرض کردیا۔

نئے سال ۱۹۵۲ء فقیر نے اپنے گاؤں حامد آباد ضلع رحیم یار خاں میں مدرسہ منبع الفیوض حامد آباد کی بنیاد رکھی۔اچھے ذی استعداد طلبہ تعلیم کے لئے جمع ہوگئے۔ایک دن ہم صبح کو نماز پڑھ کر بیٹھے تو ایک نوجوان آیا۔میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ مولانا ہزاروی ہیں یہاں جنگل ویران علاقہ میں کیسے پہنچے۔استفسار پر فرمایا کہ حضرت علامہ غلام رسول صاحب مدظلہٗ نے بھیجا ہے کہ آپ نئے سال میں ان کے ساتھ ان کی زیرنگرانی تدریس کا کام انجام دیں۔فقیر نے معذرت کردی ہے، آج

انہیں مہمان ٹھہرایا ہے......کل انہیں رخصت کریں گے۔

ہزاروی صاحب کے ایثار کی وجہ: علامہ ہزاروی صاحب کا حامد آباد جیسے ویران علاقہ میں پہنچنا ایثار ہی ہے کیونکہ حامد آباد ایک گمنام بلکہ ایک بے نام ونشان بستی ہے جسے خود اہل علاقہ بھی نہیں جانتے کہ حامد آباد بھی کوئی جگہ ہے۔اس لئے کہ یہ فقیر کی پیدائشی بستی ہے اسے اہل علاقہ بھابی لاڑ البستی کے نام سے جانتے ہیں۔اس لئے کہ اس بستی کے لوگوں کے مورث اعلیٰ کا نام عبدالوہاب ہے جو دیہاتی زبان میں وہاب سے بہاب بن گیا اور یائے نسبت ہے۔فقیر نے مدرسہ کی بنیاد رکھنے سے قبل اس کا حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان ابن مجدد دین وملت اعلحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی اور اپنے دادا مولانا محمد حامد اویسی کے نام سے منسوب کیا اور فیصل آباد دوران تعلیم اپنا مسکن یہی بتا تا۔مفتی ہزاروی صاحب کا پہنچنا کرامت سے کم نہیں اور طالب علمی کی ایثار و ہمدردی کی اعلیٰ مثال ہے کہ حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم لے کر چل پڑے۔فقیر فیصل آباد میں بہاولپوری مشہور تھا لیکن مسکن حامد آباد کے لئے ٹرین کے سفر کے لئے لیاقت پور اسٹیشن بتا تا۔علامہ ہزاروی صاحب نے لیاقت پور پہنچ کر باہر آکر پوچھا کہ حامد آباد جانا ہے۔لوگوں نے کہا حامد آباد تو کوئی جگہ نہیں الہ آباد ہے۔علامہ ہزاروی صاحب کی یہ فراست ہی سمجھئے کہ فرمایا کہ چلو اللہ آباد ہی پہنچا دو۔اللہ آباد پہنچ کر پوچھا کہ میں نے مولوی فیض احمد اویسی کے ہاں جانا ہے۔فقیر ایک گمنام گوشہ نشین ہے اسے اہل اللہ آباد کیا جانیں جب کہ یہاں فقیر کا مسکن دس بارہ میل ایک ویران علاقہ میں ہے۔ ہزاروی صاحب کی یہ بھی فراست ہے کہ لوگوں سے کہا کہ یہاں کے بڑے مولوی سے ملاؤ کیونکہ مولوی را مولوی میشناسد۔لوگوں نے علامہ ہزاروی صاحب کو مولوی موسیٰ دیوبندی کے پاس پہنچا دیا کیونکہ اس وقت اللہ آباد شہر ہی زیادہ مشہور تھا۔یہ تھا تو دیوبندی لیکن فقیر کو جانتا تھا اس لئے کہ جب فقیر استاذ العلماء علامہ عبدالکریم صاحب اعوان رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں پڑھتا تھا ان کا مدرسہ بستی اعوان،اللہ آباد کے تین میل مغرب کو واقع تھا۔فقیر طالب علمی سے ہی بدمذاہب کے چھیڑنے کا عادی تھا یہ مولوی عیسیٰ اللہ آباد میں فتویٰ نویسی کرتا تھا۔اس کے بعض فتاویٰ فقیر کی نظر سے گذرتے تو اس کے غلط فتاویٰ کی بھرپور تردید کرتا اور وہ فقیر سے سخت نالاں تھا۔اسی تعارف سے علامہ ہزاروی کو کہا کہ مولوی فیض احمد اویسی کا نام تو میں جانتا ہوں لیکن اس کے مسکن کا علم نہیں۔اس نے فقیر کے استاذ علامہ عبدالکریم صاحب اعوان کا بتایا تو علامہ ہزاروی فقیر کے استاذ صاحب کے ہاں حاضر ہوئے۔انہوں نے ہی کسی ذریعہ سے فقیر کے ہاں پہنچا دیا۔

تعارف حامد آباد: مفتی ہزاروی صاحب کا حامد آباد پہنچنا ایک بڑا اجہاد ہے اس لئے حامد آباد گاڑی کی لائن سے اٹھارہ میل اور جرنیلی سڑک سے دو میل دور۔ اور اس کے گردونواح میں جنگل ہی جنگل۔ لیکن الحمدللہ فقیر کے مدرسہ کے افتتاح کے بعد بڑے بڑے فضلاء زیر تعلیم رہے جو اس وقت مختلف مدارس میں شیخ الحدیث، شیخ القران، مفتی، مقرر، خطیب شعلہ بیان اور اہل قلم بلکہ سب کچھ ہیں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۷ء تک مسلسل فقیر نے یہاں پڑھایا۔ ۱۹۶۷ء میں بہاولپور قلب مکانی یعنی ہجرت کی۔

فقیر اُویسی غفرلہٗ کا ایثار: فقیر نے حامد آباد میں ۱۹۵۲ء میں تعلیمی وتدریسی کام شروع کیا لیکن کبھی تبلیغ کے لئے باہر بھی چلا جاتا۔ ایک علاقہ خانپور کٹورہ میں جانا ہوا۔ بعد فراغت از تقریر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا غلام نازک بن بلبل باغ فرید حضرت مولانا محمد یار رحمتہ اللہ علیہما اسٹیشن خانپور پر اتریں گے۔ فقیر کو بزرگوں کی زیارت کی طالبعلمی سے عادت تھی۔ اسٹیشن خانپور کٹورہ پہنچا تو مولانا صاحب پلیٹ فارم پر ایک خادم کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ان کے سامان کے دو بڑے نگ ہیں جنہیں پلیٹ فارم کے باہر لے جانا ہے۔ فقیر اس دور میں سرخ فریدی رومال کاندھے پر رکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنا مرید یا کم از کم حضرت خواجہ غلام فرید کے حلقہ فریدی سے منسلک سمجھ کر فرمایا مولوی ایک نگ آپ اٹھالیں دوسرا میرا خادم۔ فقیر نے بلا تامل نگ اٹھایا اور پلیٹ فارم سے باہر تانگہ پر رکھ کر الوداع کہہ کر اپنے گاؤں چلا گیا۔

حضرت مولانا غلام نازک صاحب جونہی قیام گاہ میں پہنچے تو باتوں باتوں میں فقیر کا ذکر آ گیا۔ خانپور کے معززین نے فقیر کا تعارف نہایت احسن طریق سے کرایا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس وقت علاقہ میں اہلسنّت کا ایک یہی دارالعلوم ہے۔ جس میں درس نظامی کی تعلیم محنت سے ہورہی ہے اور منتہی طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ حضرت سراج الحفاظ علامہ حافظ سراج احمد صاحب (خانپور) کے صاحبزادہ مولانا مختار احمد درانی بھی یہاں زیر تدریس ہیں۔

حضرت مولانا غلام نازک صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقیر کی سادگی اور ایثار سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنے دو صاحبزادگان مولانا غلام فخر الدین و مولانا غلام نظام الدین کو گڑھی اختیار خان سے کار پر بٹھا کر حامد آباد کے دارالعلوم میں تعلیم کے لئے چھوڑا اور وہ کافی عرصہ فقیر کے ہاں زیر تعلیم رہے اور حضرت مولانا غلام نازک صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ عام جلسوں میں بہت کم شرکت فرماتے لیکن فقیر سے شفقت فرماتے ہوئے فقیر کے دارالعلوم کے جلسہ میں ایک دفعہ تشریف لائے اور زندگی بھر فقیر کے ساتھ بزرگانہ شفقت فرماتے رہے۔ ان کے چھوٹے صاحبزادہ غلام قطب الدین کم عمر تھے لیکن بعد

کو اپنے بھائیوں کے اُنس سے ایک سبق فقیر سے پڑھ ہی لیا۔

فائدہ: یہ طویل داستان فقیر نے اس لئے پیش کی ہے تاکہ عوام اہل اسلام کو ایثار و ہمدردی کی اہمیت ذہنوں میں مرکوز ہو۔

افسوس صد افسوس! اتنے گہرے تعلقات کے باوجود غلام قطب الدین درسی کتب سے فارغ ہوا پھر وہ اپنے باپ دادا کے مصلیٰ کا جانشین ہوا لیکن افسوس کہ وہ اپنے خاندانی ادب و نیاز مندیٔ اولیاء سے محروم ہو گیا اس وقت وہ طاہر القادری کا دایاں ہاتھ بنا پھرتا ہے اور حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خلاف زہریلی کتاب "اقوال الاکابر" پر تقریظ لکھ ماری۔ آگاہ کرنے کے باوجود بضد ہے۔ کاش آج بلبل باغ فرید حضرت مولانا محمد یار گڑھی اختیار زندہ ہوتے پھر میں دیکھتا کہ قطب الدین کس طرح گستاخوں کے ساتھ رشتہ جوڑتا۔ حضرت مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ جونہی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ادب سے اتنا سر جھکاتے کہ چہرہ زمین کو مس کرتا اور یہ ناخلف کا حال ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے گستاخِ زمانہ کی تائید و تصدیق کر رہا ہے اور دوسری طرف طاہر القادری کے ہاتھ مضبوط کر رہا ہے

عجب رنگ ہیں زمانے کے

نوشیروان کا ایثار: تاریخ شاہد ہے کہ نوشیروان نے ایک ایسا عالی شان، پُرشکوہ اور پُرجلال محل تعمیر کیا اور اس کی تزئین و آرائش اس طور پر کی گئی کہ دنیا میں کسی نے دیکھی نہ سنی۔

محل مکمل ہوا تو بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دی گئی۔ وہ مصاحبوں اور وزیروں کے ہمراہ محل پہنچا۔ وہ اس کے ایک ایک گوشے کو نگاہِ حیرت اور احساس مسرت سے دیکھنے میں مگن تھا کہ اچانک اس نے اپنے مقربین سے پوچھا: آپ لوگوں کا خیال ہے! اس محل میں کوئی خامی تو باقی نہیں رہ گئی۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا بادشاہ سلامت! ربِ کائنات آپ کا اقبال ہمیشہ بلند رکھے۔ یہ محل تو ایسا ہے کہ چشم فلک نے آج تک اس جیسا نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کی رعنائی و زیبائی آنکھوں کو خیرہ اور دل و دماغ کو معطر و منور کئے دیتی ہے۔ مگر عالی پناہ! اس میں ایک نقص ضرور ہے وہ یہ کہ اس کے ایک کونے میں ایک جھونپڑی ہے جس کے روزن سے صبح و شام دھواں نکل کر محل کے ایوانوں کو گدلا کر رہا ہے اس جھونپڑی کو یہاں سے ختم کر دیا جائے تو پھر یہ محل بالکل بے داغ اور بے نقص ہو جائے گا۔ بادشاہ کچھ دیر خاموش رہا...... پھر اس نے مہر سکوت توڑا تو بولا:

صاحبو! یہ جھونپڑی ایک بڑھیا کی ہے جس نے اپنی تمام عمر اسی میں بسر کی ہے اب وہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہے۔ میں نے اس محل کی تعمیر کی ابتدا کے وقت اس بڑھیا کو کہلا بھیجا تھا کہ جھونپڑی کی یہ جگہ میرے ہاتھ بیچ دے اور منہ مانگی

www.FaizAhmedOwaisi.com

قیمت لے لے۔اگر یہ بات اسے منظور نہیں تو میری پوری سلطنت میں جہاں کہیں بھی وہ چاہے اور جس قسم کا بھی اعلیٰ مکان چاہے اس میں اپنا ڈیرہ جمالے۔

بادشاہ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا مگر میری اس پیش کش کا بڑھیا نے یہ جواب دیا کہ اے حاکمِ وقت! یہ جگہ میری ملکیت ہے میں یہیں پیدا ہوئی اور یہی مروں گی یہ جیسی بھی ہے لیکن میں اس سے مانوس ہوگئی ہوں۔ میں جب یہ دیکھ کر تیرے پاس اتنا بڑا ملک ہے برا نہیں مناتی اور تجھے کسی اور جگہ بنانے کو نہیں کہتی تو پھر تُو اس غریب بڑھیا کی کٹیا کو دیکھنا گوارا کیوں نہیں کرتا۔

بڑھیا کی اس بات نے مجھے از حد متاثر کیا اور میں خاموش ہوگیا حتیٰ کہ محل تعمیر کے مراحل سے ہوتا ہوا تکمیل تک پہنچ گیا۔بادشاہ نے مزید بتایا کہ اب جو اس بڑھیا کی کٹیا سے دھواں نکل کر محل کو داغدار کرنے لگا تو میں نے پھر اسے پیغام بھیجا کہ اے بڑھیا! دھواں کیوں نکالتی ہے؟ کہنے لگی کھانا پکاتی ہوں۔

میں نے اس کے لئے بھنے مرغ اور اعلیٰ پکوان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اے اماں! میں روزانہ تجھے قسم قسم کے کھانے بھیجتا رہوں گا تو اپنی جھونپڑی میں آگ جلانا چھوڑ دے۔میرے ان کھانوں کو بڑھیا نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اے بادشاہ! ملک میں کتنے لوگ فاقہ زدہ ہیں اور سوکھی روٹی کے ایک نوالے کو ترس رہے ہیں اور میں بھنے ہوئے مرغ کھاؤں یہ کہاں کا انصاف ہے۔

رب ذوالجلال سے ڈرتی ہوں کہ ۷۰ سال تک جَو کی روٹی کھائی اور اب آخری عمر میں بھنے ہوئے مرغ کھاؤں۔بڑھیا نے مزید کہا اے بادشاہ! میری کٹیا کو قائم رہنے دے کیونکہ یہ تیرے عدل کی گواہی دے گی۔امراء حاکم جب یہ دیکھیں گے کہ تو نے ایک غریب بڑھیا کی جھونپڑی پر ہاتھ ڈالنا پسند نہیں کیا تو وہ بھی رعایا کی املاک پر قبضے سے باز رہیں گے۔

نیز محل اس ناپائیدار دنیا میں ایک عرصہ کے بعد ویران ہو جائے گا مگر میری کٹیا کی کہانی تیرے عدل کی شہادت قیامت تک دیتی رہے گی۔بادشاہ نے اپنے مصاحبین کو مزید بتایا کہ مجھے بڑھیا کی یہ بات بہت پسند آئی اور یوں میں نے بڑھیا کی کٹیا کو یہیں رہنے دیا تا کہ تاریخ میں یاد رکھا جائے گا کہ نوشیروان بادشاہ اور غریب بڑھیا آپس میں قریبی ہمسائے تھے۔

سلطان شیر شاہ سوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایثار: ایک دن شام کے وقت سلطان سوری رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مولانا رفیع الدین کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ جب سڑک پر آئے تو

سامنے سے فیل مست آتا ہوادکھائی دیا۔ یہ دیکھ کرمولانا مرحوم شیرشاہ کے آگے چلنے لگے مگر شیرشاہ نے یہ کہہ کر انہیں اپنے پیچھے رکھا اور کہا حضرت مولانا اگر ہاتھی مجھے مار ڈالے گا تو کئی سردار میری جانشینی کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن اگر آپ کو گزند پہنچ گیا تو میری ساری مملکت میں دوسرا مولانا رفیع الدین نہیں ہے۔

خاتمہ: انسان کو ایثار و ہمدردی سے مانع یا تو اپنا نفس ہے یا حُبِّ دنیا، نفس کا مقابلہ تو ایک سخت و دشوار کام ہے۔ بہت بڑے بڑے اولیاء کرام اس کے مقابلے سے تھراتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو' چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چُرالیں' یاں وہ چوربلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے' یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا پاس ہے' سونا بن ہے' سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
جگنو چمکے' پتا کھڑکے' مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کون پَوَن ہے یا اگیا بے تالی ہے
بادل گرجے بجلی تڑپے' دھک سے کلیجہ ہوجائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے
ساتھی ساتھی کہہ کے پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کر سردے پٹکوں چل رے مولا والی ہے

ان اشعار کی شرح کے لئے فقیر کی ''شرح حدائقِ بخشش'' پڑھئے۔

حُبِّ دنیا تو ''راس کل خطیہ'' ہے بہت بڑے جگر گردہ کا کام ہے۔ کئی لوگ اس میں ایسے پھنسے کہ اس سے جان چھڑانا مشکل ہو گیا صرف ایک واقعہ حاضر ہے۔

ثعلبہ کا واقعہ: تفاسیر میں ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا ''دعا کیجئے! اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے۔'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔''ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا شکر ادا کرسکو اس زیادہ سے بہتر ہے جس کی تجھے طاقت نہ ہو۔'' اس نے دوبارہ یہی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ تیری حالت نبی اللہ ﷺ کی سی ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں چاہتا کہ پہاڑ میرے ساتھ سونا اور چاندی بن کر چلیں تو چلنے لگتے۔'' اس نے کہا۔ اگر آپ دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمائے تو میں ہر حقدار کا حق ادا کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی۔''اے اللہ! ثعلبہ کو مال دے۔'' اس نے کچھ بکریاں لیں وہ کیڑوں کی طرح بڑھنا شروع ہوئیں۔ مدینہ طیبہ میں اسے رہائش کی تنگی محسوس ہوئی۔ مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک میدان میں ڈیرے ڈال دئے، پہلے تمام نمازیں باجماعت مسجد نبوی میں ادا کیا کرتا تھا، اب ظہر اور عصر کے لئے آتا۔ باقی نمازوں میں جماعت سے غیر حاضر رہنے لگا۔ بکریوں میں مزید اضافہ ہوا تو اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر رہائش اختیار کرلی۔ اس کی بکریاں مکوڑوں کی طرح بڑھ رہی تھیں۔ اب اس نے جمعہ کی حاضری کو بھی خیر باد کہا۔ البتہ جمعہ کے لئے آتے جاتے لوگوں سے مل کر حالات دریافت کرلیا کرتا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک دن دریافت فرمایا کہ ''ثعلبہ کو کیا ہوا؟'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے بکریاں لی تھیں جگہ کی تنگی کی وجہ سے باہر چلا گیا اور اس کا پورا قصہ عرض کیا گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔''یَا وَیْحَ ثَعْلَبَةَ'' یعنی ''ہائے ثعلبہ کی ہلاکت''۔ اسی دوران میں آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً [1] نازل ہوئی۔ اور آنحضرت ﷺ پر فرائض صدقہ زکوٰۃ کی معین مقادیر نازل ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے صدقات کی وصولی پر ہر دو شخصوں کو مامور فرمایا۔ ایک کا تعلق قبیلۂ بنی جہینہ سے تھا اور دوسرے کا بنی سلیم سے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں صاحبوں کو ایک خط بھی دیا۔ جس میں زکوٰۃ کی وصولی کی کیفیت بیان تھی یعنی کتنے مال پر کتنا صدقہ وصول کیا جائے گا اور کیسے مویشی زکوٰۃ میں لئے جائیں اور کیسے نہ لئے جائیں۔ اور آپ ﷺ نے ان دونوں صاحبوں سے

[1] خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پارہ ۱۱، سورۃ التوبۃ، آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

[2] تفسیر القرآن العظیم، سورۃ التوبة، آیت ۷۹، الجزء ٤، الصفحة ١٨٤، دار طیبة للنشر والتوزیع

فرمایا۔ ''ثعلبہ کے پاس جاؤ اور بنی سلیم کے فلاں آدمی کے پاس۔ان سے صدقہ وصول کر لاؤ'' یہ دونوں شخص حسبِ ارشادِ نبوی ﷺ ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کا مطالبہ کیا اور اسے آنحضرت ﷺ کا نامۂ مبارک دکھایا اس نے کہا: ''یہ تو محض ٹیکس (جزیہ) ہے یہ تو ٹیکس کی بہن ہے اچھا تم جاؤ فارغ ہو کر میرے پاس آنا''

یہ اب بنی سلیم کے آدمی کے پاس گئے۔سلیمی صاحب کو کسی ذریعے سے پہلے ہی ان کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی چنانچہ اس نے بہترین اونٹ چھانٹ کر زکوٰۃ کے لئے الگ کئے پھر ان کا بڑی تکریم سے استقبال کیا اور یہ اونٹ پیش کئے ۔انہوں نے کہا کہ یہ قیمتی اونٹ نہ تم پر واجب ہیں نہ ہم ان کی وصولی کے مجاز ہیں۔اس نے کہا آپ کو یہی اونٹ لینے ہوں گے اس لئے کہ یہ اونٹ آپ مجھ سے زبردستی وصول نہیں کر رہے بلکہ میرا مال ہے میں خوش دلی سے پیش کرتا ہوں۔ الغرض ان دونوں کو یہ اونٹ لے لینے پر راضی ہونا پڑا۔وہاں سے فارغ ہو کر ثعلبہ کے پاس دوبارہ آئے۔ثعلبہ نے کہا مجھے اپنا خط دکھاؤ۔خط دیکھ کر کہنے لگا یہ زکوٰۃ ٹیکس کی ہی بہن ہوئی،اچھا تم جاؤ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔

یہ دونوں صاحب بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ نے ان کو دیکھتے ہی کسی قسم کی گفتگو کئے بغیر فرمایا:

''یَا وَیْحَ ثَعْلَبَةَ''[1] یعنی''ہائے ثعلبہ کی ہلاکت''۔اور سلیمی صاحب کے لئے دعائے برکت فرمائی۔آپ ﷺ کو بذریعۂ وحی اطلاع ہو چکی تھی۔ان صاحبان نے ثعلبہ اور سلیمی کا پورا قصہ سنایا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کے حق میں آیات نازل فرمائیں۔اس موقع پر آنحضرت ﷺ کے پاس ثعلبہ کا کوئی عزیز قریب ہی موجود تھا اس نے جب یہ آیتیں سنیں تو ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا تو برباد ہوا۔اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ثعلبہ (بدنامی سے گھبرایا ہوا) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تیرے صدقہ کے قبول کرنے سے مجھے منع فرما دیا''۔یہ سن کر سر میں خاک ڈالنے لگا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تیرا اپنا کردار ہے۔میں نے تجھے حکم دیا تھا لیکن تو نے میرا کہانہ مانا۔جب آنحضرت ﷺ نے صدقہ لینے سے انکار کر دیا تو یہ شخص اپنے گھر جا بیٹھا۔آنحضرت ﷺ نے تاحینِ حیات اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا۔پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حاضر ہوا اور کہا آپ جانتے ہیں آنحضرت ﷺ کے نزدیک میری کتنی منزلت تھی اور انصار میں میرا کتنا مرتبہ ہے میرا صدقہ قبول کیجئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: آنحضرت ﷺ نے قبول نہیں فرمایا میں قبول کرلوں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی تمام دورِ خلافت میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو یہ آپ کی خدمت میں آیا اور کہا میرا صدقہ قبول کیجئے۔آپ نے فرمایا نہ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میں بھی قبول نہیں کرسکتا۔آپ نے بھی تمام عمر قبول نہ کیا۔جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو ان کی خلافت میں بھی درخواست کی۔آپ

---

[1] ایک قسم کی بیماری جس میں کھانے کا ہوکا ہو جاتا ہے اور ہر وقت بھوک کی خواہش رہتی ہے۔

نے فرمایا نہ آنحضرت ﷺ نے یہ صدقہ قبول فرمایا نہ ابوبکر نے نہ عمر نے (رضوان اللہ علیہما) اس لئے میں بھی قبول نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے بھی قبول نہ کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ واصلِ جہنم ہوا۔

(تفسیر ابن جریر ،جلد ۱۰ ،صفحہ۲ ،روح البیان وروح المعانی وغیرہ)

انتباہ: مال کی فراوانی کی طلب کا مرض انسان کو قدیم سے رہا ہے لیکن آج ''ترقی'' کے خوش کن عنوان سے جوع البقر کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ آج اسی ترقی زر ومال کے لئے دینی تحریف کو واجب ٹھہرایا جانے لگا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایثار بمعنی اپنی ضرورت کے باوجود دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا اور یہ حضور نبی پاک ﷺ کے بعد امتِ مصطفیٰ ﷺ میں صحابہ کرام میں بطریق اتم واکمل پایا جاتا تھا۔ ہر شعبہ میں ان کا ایثار مشہور ومعروف ہے بالخصوص مواخات (بھائی چارہ) میں ایسا ایثار کا مظاہرہ کیا کہ جس انصاری صحابی کے پاس دوعورتیں تھیں تو اس نے ایک عورت کو طلاق دے کر مہاجر ساتھی کے نکاح میں دیدی۔

فقیر نے بطور نمونہ ہر شعبہ کے حضرات کے واقعات پیش کئے ہیں تاکہ اہل اسلام کسی ہی شعبہ سے متعلق بزرگ کے واقعہ سے متاثر ہو کر ایثار جیسے اخلاق سے خود کو مزین کر سکیں۔ مولیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ فقیر کی یہ کاوش قبول فرما کر آخرت کا توشہ بنائے اور ناشرین کو ان کی محنت کا صلہ دارین کی فلاح و بہبود عطا فرمائے اور عوام اہل اسلام کے لئے مشعل راہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلِیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنِ

مدینے کا بھکاری

ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

☆......☆......☆